ڈاکٹر عبد الستار نیازی☆ / ڈاکٹر ارشد محمود☆☆

فکرِ اقبال۔۔۔نو آبادیات کے تناظر میں

Abstract

The significance of the Iqbal's ideology is increasing in the present times. Apart from the changes, occurred in the world because of these ideologies and thoughts, the study of colonialism and post-colonialism attracts the sagacious people towards themselves. Exploiting forces strengthen their economy by planning to plunder the resources of the third-world countries. Then, a few people are escalated to authority for the sake of the establishment of their own culture.

Iqbal also minutely studied, given by colonialism and his profound adoration with islam exposed the false culture. He teaches his nation a lesson of autonomy by briefing them regarding the deception of colonialists. The nation is not willing to neutralize themselves against the influence of colonialism after independence. Now it is need of the hour to impart the drawbacks of colonialism to the nation in the light of Iqbal's ideology so that they should be inclined to learn about science and technology. Hence, the Islamic nation will be able to be graceful and successful.

Key words: Iqbal's ideology, colonialism, third-world countries

☆اسسٹنٹ پروفیسر / ☆☆لیکچرار، یونیورسٹی آف لاہور، سرگودھا کیمپس

اقبال شاعر بھی ہے اور مفکر بھی، وہ حکیم بھی ہے اور کلیم بھی، وہ خودی کا پیغامبر بھی ہے اور بے خودی کا رمز شناس بھی وہ تہذیب و تمدن کا نقاد بھی اور محی ملت و دین بھی وہ توقیر آدم کا مبلغ بھی ہے اور توقیر انسان کا دردمند بھی(۱)، یہی وجہ ہے کہ اس کے کلام میں ذکر و فکر ہم آغوش ہیں اور ان کا ویژن خرد و نظر کے آئینے میں صاف نظر آتا ہے۔ وہ بنیادی طور پر ایک فلسفی ہیں انھوں نے مشرق و مغرب کے بہت سے فلسفیوں سے استفادہ کیا ہے لیکن ان میں سے کسی ایک فلسفے کے ساتھ بہہ نہیں گئے۔ ان کے فلسفے میں حیات انسانی کا ایک نظام موجود ہے۔ انھو ں نے نٹشے کے فلسفے سے استفادہ کیا مگر وہ انہیں مجذوب فرنگی کا نام دیتے ہیں اقبال انہیں سمجھانا چاہتے ہیں کہ مقام کبریا کیا ہے(۲) یہی وجہ ہے کہ ان کا فلسفہ انسانی زندگی کا ایک عالمگیر لائحہ عمل بن گیا جو ساری دنیا کے انسانوں کے لئے مفید ہے۔ علامہ اقبال دیدہ ور انسان تھے انھوں نے دنیا کے افکار و خیالات پر اپنے ان مٹ نقوش چھوڑے ہیں ان کے بقول

> "میری آنکھوں نے عالم اسلام کی تباہی دیکھی تھی۔۔۔ ہر ظلمت کے بعد ایک نیا آفتاب طلوع ہوتا ہے اختلاف احوال سے انسان میں ایک نئی نگاہ پیدا ہوتی ہے۔ یہ نئی نگاہ خدا نے مجھ میں پیدا کی ہے۔ میں اس کی بصیرت کی بدولت قدیم سوالات کے جوابات پیش کرتا ہوں میں اسبصیرت کو شعر کا جامہ پہناتا ہوں تاکہ بیاں دلنشیں ہو جا ئے"(۳)

اقبال نے اپنے فکر و فن کی بنیادیں اسلامی نظریات اور اسلامی نظام حیات پر رکھیں ہیں ان کے بقول "اسلام نے مجھے اپنا مذہب، اپنا ادب، اپنی فکر، اور اپنی ثقافت عطا کر کے وہ کچھ بنا دیا جو میں ہوں" ان کے افکار میں وسعت، مساوات، اخوت، ہمدردی، بلندی اور محبت کے آثار نظر آتے ہیں۔ انھیں ہمیشہ انسان کے معاشی، معاشرتی، تہذیبی اور تمدنی اقدار کی ہم آہنگی کا خیال دامن گیر رہا۔ اقبال فرد اور جماعت دو نوں کے لیے ایثار اور قربانی کو ضروری سمجھتے ہیں۔ اقبال اپنی حکیمانہ نظر کے پیش نظر فکر مشرق کو دست افرنگ سے آزاد کرانے کیکوشش میں مصروف رہے وہ رنگ و نسل کے بتوں کو پاش پاش کر کے، کاخ امراء کے در و دیوار ہلانے، غریبوں کے لہو کو گرمانے، سوزیقیں کو پختہ کرنے، کنجشک فرومایہ کو شاہین سے لڑانے، غریبوں کو بیدار کرنے، نقش کہن کو مٹانے کے درپے رہے۔ وہ دہقاں کو کھیت سے روزی حاصل نہ ہونے پر کھیت کے ہر خوشہ گندم کو جلانے، انسان کو حریر و پرنیاں کا سبق دے کر، اسے اطاعت، ضبط نفس، اور نیابت الٰہی کا خوگر بنا کر انھیں مرد کامل بننے کا سبق دینے والے عظیم انسان ہیں۔ اقبال نے اردو اور فارسی شعر و ادب پر ان مٹ نقوش چھوڑے ہیں۔ وہ شاعر مشرق، ترجمان ملت، نظریہ خودی کے خالق، مبشر پاکستان اور حکیم الامت بھی ہیں۔ انھوں نے انسان کو اپنی ذات پر غور و فکر کرنے کا درس دیا۔ جس سے انسان خدا شناشی کی منزل تک پہنچ کامیاب و کامران زندگی گزار سکتا ہے

علامہ اقبال خود نو آبادیات کی پیداوار تھے مگر انھوں نے اپنی بصیرت سے نو آبادیاتی نظام کی برائیاں کا ادراک کر لیا تھا۔ نو آباد کار مقامی باشندوں کی دولت کو لوٹ کر معاشی حالت کو انتہائی دگر گوں کر دیتے ہیں جس سے مقامی رعایا میں بہت سی اخلاقی، سماجی اور معاشرتی برائیا ں جنم لیتی ہیں۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ نو آبادیات ہے کیا؟ نو آبادیات انگریزی لفظ "کالونیل ازم" کا اردو ترجمہ ہے جس کے معانی " نئی آبادی کے ہیں یعنی کسی دوسری جگہ نئی بستی بسانا کے ہیں۔ چنانچہ نو آبادیات سے مراد کسی قوم کا دوسری جگہ جا کر اس کے سیاسی، سماجی اور معاشی اداروں پر اپنی اجارہ داری قائم کرنے کے حوالے سے ڈاکٹر اشرف کمال اس ضمن میں رقم طراز ہیں "وسط اٹھارویں صدی کے درمیاں سپین، پر تگال، انگلینڈ، فرانس اور نیدر لینڈ نے نو آبادیات قائم کیں اور امریکہ نے ویسٹ انڈیز اور انڈیا میں بادشاہتیں قائم کیں (۴) نظام نو آبادیات کی وضاحت (The Concise Oxford Dictionary) میں اس طرح سے کی گئی ہے۔

The policy or practice of acquiring political control over another country, occupying it with settlers and Exploiting it economically" (5)

آکسفورڈ ڈکشنری کے مطابق:

"A SETTLEMENT IN ANEW COUNTRY, A BODY OF PEOPLE WHO SETTLE IN A NEW LOCALITY, FORMING A COMMUNITY SUBJECT TO OR CONSTRUCTED TO OR CONSTRUCTED WITH THEIR PARENT STATE. THE COMMUNITY SO FORMED CONSISTEING OF THE ORIGINAL SETTLERS AND THEIR DESCENDANTS AND SUCCESSERS AS LONG AS THE CONNECTION WITH PARENT STATE IS KEPT UP"

ترجمہ: " ایک نئے علاقے میں آبادکاری۔۔۔ افراد کا گروہ جو ایک نئی جگہ پر سکونت اختیار کرے اور ایسی قومیت تشکیل پاجائے جو خالص آباد کاروں اور ان کیآئندہ نسلوں اور جا نشینوں پر مشتمل ہو اور ان سب کا تعلق اپنی آبائی ریاست کے ساتھ قائم ہو ANIA LOOMBA نو آبادیات کی تعریف کرتے ہوئے لکھتی ہیں"

نو آبادیات سے مراد دوسروں لوگوں کی زمین کو فتح کر کے ان کی املاک پر قبضہ کر لینا ہے' ۵ نو آبادیات سے مراد کسی قوم کا دوسری جگہ جا کر کسی اجنبی قوم پر اپنا تسلط قائم کر کے اپنی خاص حکمت عملی اور منصوبے کے تحت ثقافتی، سماجی اور معاشی نظام کو تباہ کر کے اپنے تر

تیب دیئے ہوئے نظام کا اطلاق کرنا ہے۔ تاکہ اس ملک کی مضبوط معیشت کو اپنے مضبوط شکنجوں میں جکڑ کر اس کے وسائل کو اپنے ملک منتقل کرنا ہے۔ اسے نو آبادیاتی استحصال کا نام بھی دیا گیا ہے۔ جو قوم ایسا کرتی اسے نو آباد کار اور وہ آبادی نو آبادزدہ کہلاتی ہے۔

برطانیہ نے اٹھارویں صدی میں اپنی فتوحات کا سلسلہ شروع کیا اور اس دنیا کی آدھی آبادی پر اپنا تسلط قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے ۔نو آبادیاتی ایک سفاک اور استبدادی رویہ ہے۔ جس میں طاقت ور ملک چھوٹے اور کمزور ملکوں پر اپنا تسلط قائم کر کے ان کا سیاسی، معاشرتی اور ثقافتی استحصال کرتا ہے اس نظام میں فوج اور سازشوں سے مقامی اداروں اور ان کی تہذیب و ثقافت کو تباہ برباد کیا جاتا ہے۔ یہ کوئی الہامی نظام نہیں ہے بلکہ ایک خاص گروہ نے اپنے مذموم مقاصد کے پیش نظر ایک گھمبیر صورت حال پیدا کر کے کسی دوسرے ملک پر تسلط قائم کر کے اپنے قوانین نافذ کرنا ہے اور وہاں کے مقامی باشندوں سے زبردستی اس کی پیروی کرانا ہے۔

نو آبادکاروں کے نظریے کے مطابق وہ دنیا کی مہذب ترین قوم ہیں اور اللہ کی مدد ان کے ساتھ ہے۔ وہ اسی کے بل بوتے پر فتو حات کرتے ہیں۔ ان کے نظریے کے مطابق جاہل اور بد تہذیب قوم ہیں اور اللہ کی مدد ان کے ساتھ ہے۔ وہ اسی کے بل بوتے پر فتوحات کرتے ہیں۔ ان کے نظریے کے مطابق جاہل اور بد تہذیب قوموں کو مہذب بنانا ان کے فرائض میں شامل ہے انھیں اس اعلیٰ کام کی تکمیل کے لئے یہاں بھیجا گیا ہے۔ نو آبادکار اسی مقصد کے پیش نظر مقبوضہ ملک کے جغرافیائی، سیاسی، معاشی صورتحال، زبان اور تہذیب و تمدن کا بغور مطالعہ کرتا ہے۔ تاکہ وہاں اپنے مذموم مقاصد کو پروان چڑھا سکے۔ یہی چیزیں بعد میں اس کی طاقت بن جاتی ہیں۔ نو آبادکار مقبوضہ ملکوں کی منڈیوں کے خام مال اور لوٹ کھسوٹ پر اپنا حق سمجھتا ہے۔ وہ لوٹ ہوئے مال سے اپنے ملک کو صنعتی طور پر مضبوط بناتے ہیں۔ نو آبادکار اور مقامی باشندوں کے ٹکراؤ سے نئے رویے جنم لیتے ہیں بقول ناصر عباس نیر " نو آبادیاتی صورت حال کی منطق " ثنویت " سے عبارت ہے یہ دو دنیا ئیں تشکیل دیتے ہیں ایک حکمران اور دوسری رعایا۔ نو آبادکار مقبوضہ آبادی میں اپنی جماعت تیار کرتا ہے وہ مکمل طور پر نو آبادکاروں کی حما یت کرتی ہے۔ آبادکار ان لوگوں کی حمایت سے غیر محسوس طریقے سے مقامی لوگوں کو اپنا ہمنوا بناتا ہے مقامی افراد کو اس کا بات کا بالکل احساس نہیں ہوتا کہ وہ اپنے ہی لوگوں کے خلاف نو آبادکاروں کا ساتھ دے رہے ہیں، اس طرح معاشرہ تین طبقوں میں تقسیم ہو جاتا ہے ان میں پہلا طبقہ نو آبادکاروں کی زبان اور تہذیب و ثقافت کو اپناتا ہے۔ جو کہ آبادکاروں کی اپنی زبان اور تہذیب نہیں ہوتی۔ دوسرا طبقہ ان نو آبادکاروں کے ملک میں جا کر ان کے علوم و فنون اور تہذیب و ثقافت کا براہ راست مشاہدہ کرتا ہے اس طبقے کو پہلے گروہ پر فوقیت ہوتی ہے یہ طبقہ نو آبادکاروں کی تہذیب و ثقافت کو حرز جاں بنا کر اپنی زندگی اسی کے مطابق گزارتا ہے۔ تیسرا طبقہ نو آبادکاروں کے رائج کردہ علوم اور زبان سے براہ راست استفادہ کرنے سے قاصر ہوتا ہے مگر وہ ان کی زبان علوم اور تہذیب و ثقافت کا کڑا حمایتی بن کر اپنے باشندوں کو ان کا ہمنوا بنانے کے لئے اپنی ساری صلاحیتوں کو پوری طرح استعمال میں لاتا ہے۔ نو آبادکار اپنے تشکیل دیئے گئے ڈسکورس (بیانیہ) کے تحت ان طبقوں کو تیار کرتا ہے۔

انگریز سولہویں صدی میں بغرض تجارت ہندوستان آئے اور اپنی ریشہ دوانیوں میں لگ گئے اورنگ زیب عالمگیر کی وفات ۱۷۰۷ء کے بعد ہندوستان کی حالات خراب سے خراب تر ہوتے چلے گئے۔ انگریزوں نے یہاں کے سیاسی حالات سے خوب فائدہ اٹھایا، نو آبادکاروں نے سمجھا کہ خدا کی مدد ان کے ساتھ ہے لہٰذا فتوحات پر فتوحات کرتے چلے گئے اب انھوں نے ریاستوں پر قبضہ کر کے اپنی مرضی کے نواب بٹھانے شروع کر دیئے چنانچہ میر جعفر کو جنگ پلاسی کے بعد بنگال کا نواب بنانے کے عوض ۱۲۳۸۵۷۵ پونڈ پھر میر قاسم کو ۱۷۶۰ء اسی ریاست کا نواب بنانے پر ۲۰۰۰۲۹۶ پونڈ اور جعفر کو دوسری مرتبہ نواب مقرر کرنے کے عوض ۲۳۰۳۵۵۶ پونڈ کی خطیر رقم وصول کی۔ نو آبادکار اس دور کشاکش میں ایک ارب پونڈ لوٹ کر برطانیہ لے گئے وہاں انھوں نے یہ رقم صنعتی ترقی میں خرچ کر کے اپنی معاشی حالات کو مضبوط بنیادوں پر استوار کر لیا۔ بقول ظفر علی خان:

محکم بنا اسی سے ہے قصر فرنگ کی　　تو بھی کر استوار اساس اقتصاد کی

اب انھیں ٹیکس کی وصولی کے لئے افرادی قوت کی ضرروت محسوس ہوئی تو فوجی تنظیم کے تابع انگریز یفوج معرض وجود میں آگئی۔ نو آبادکاروں نے اپنی قوم کو آبادکاروں کی زبان کی تفہیم کے لئے فورٹ ولیم کالج قائم کیا اور انداز حکمرانی سکھانے کی ضمن میں کتب تحریر کیں اور تحکمانہ انداز میں آبادکاروں سے بات کر سکیں۔ ڈاکٹر گل کرسٹ کی کتاب " بات چیت "۱۸۷۸ء میں شائع ہوئی اس کے بقول " ملازموں سے کس طرح مخاطب ہونا چاہیے اگر ان کو اپنی طرف متوجہ کرنا ہے تو زور سے کہو " سنو " ملازموں سے کبھی بھی پورا جملہ مت بولو مثلاً ان سے یہمت کہو کہ مجھے پلیٹ دو۔ بلکہ تحکمانہ لہجے میں زور سے کہو " پلیٹ "۔ صاحب کو ہمیشہ ہم کہہ کر بولنا چاہیے (۶)

برطانیہ نے لارڈ کارن والس کو ہندوستان بھیجا کہ وہ پورے ملک میں ریلوے کی پٹڑی بچھائے تا کہ ہندوستانی خام مال گاڑی کے توسط سے بندرگاہ لندن پہنچ سکے نو آبادکاروں نے کالونیالزم کی آڑ میں اصلاحی اقدامات کیے۔ بقول حسرت موہانی:

پردہ اصلاح میں، کوشش تخریب خلق خدا پر عذاب، دیکھیے کب تک رہے۔

نو آبادکاروں نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد اقتدار سنبھال کر ہندوستان کو خوب لوٹ کر اپنی معیشت کو مستحکم کر لیا علامہ اقبال کی شخصیت مشرقی تہذیب میں پروان چڑھی اور دوران طالب علمی مشرقیت کو اپنائے رکھا۔ انھیں اپنے استاد آرنلڈ سے غیر معمولی عقیدت تھی۔ وہ ان سے ملنے اور اپنی علمی پیاس بجھانے یورپ گئے۔ ان کے بقول علامہ اقبال:

چلی ہے لے کے وطن کے نگار خانے سے شرابِ علم کی لذّت کشاں کشاں مجھ کو

انھوں نے یورپ میں قیام کے دوران مغربی تہذیب کو بڑے قریب سے دیکھا۔ وہ چکا چوند اور نظروں کو خیرہ کرنے والییورپی تہذیب پر مسلسل غور و فکر کرتے رہے کیونکہ اہل یورپ نے اسے انسانوں کا استحصال کر کے مادیت پر استوار کیا تھا۔ یہ تہذیب مادیت، عقلیت تفریحات، عورت اور عیش و عشرت پر کھڑی تھی۔ڈاکٹر محمد اسد مغربی تہذیب کی ضمن میں رقمطراز ہیں:

> " مغربی تہذیب کے جملہ سماجی پہلو اور اس تہذیب کی تفریحات پر خواہش کا غلبہ ہے کہ وہ اس کی جنسی اشتہا کو انتہائی حد تک برانگیختہ کر دے۔ حتیٰ کہ جنسی بے راہ روی لوگوں کی نگاہ میں ایک قبیح و شنیع اور نامعقول فعل ہر گز نہ رہے۔ چنانچہ مغرب میں اندھی مادیت پرستی، دو لنگی پرستش، اخلاقی برائیاں(ETHICAL FRUSTRATION) میں مبتلا ہیں اور اس کے پاس خیر و شر، نیکی و بدی کی کوئی معروضی، دائمی و ابدی کسوٹی اور معیار و وزن موجود نہیں۔ چنانچہ ان کے ہاں شخصی اور قومی مصلحت نے خیر و شر کی جگہ لے لی۔ مغرب گلیوں اور بازاروں میں چلتی پھرتی آراستہ و پیراستہ عورت خود کو ہر اس شخص کے حوالے کرنے اور اس شخص کی دل لگی کا سامان بننے کو ہمہ وقت تیار ہے جو اس جنس ارزاں کا طالب ہو(۷)

مغربی تہذیب کا محور عملی افادیت اور حرکی ارتقاء پر تھا۔ جس کا اصل مقصد انسانی صلاحیتوں کو دریافت کر کے ان پر تجربات کرنا تھا وہ اس میں کسی بھی اخلاقی اقدار کے روادار نہیں ان کی عقلی بنیاد روم کے قدیم تصور پر تھی کہ زندگی مادی ہیں اور اس کا کسی آسمانی ہدایت سے تعلق نہ ہے انہوں نے صنعتی اور مادی ترقیوں کی بناء پر ان گنت دلچسپیاں پیدا کر لی تھیں۔ جس سے ان کی زندگیوں میں مذہب کا خلا پیدا ہو گیا۔ یورپ کا عام آدمی خواہ جمہوری ہو یا فاشسٹ ہو، سرمایہ دار ہو یا کیمونسٹ، مزدور ہو یا دانشور صرف مادی ترقی کا خواہاں ہے۔ وہ اپنے عقیدے میں راسخ ہو چکے تھے کہ ان کی زندگیوں کا مقصد زندگی کو آسان تر اور اسے زیادہ سے زیادہ آرام دہ بنا کر عیاشیوں میں ڈوب جانا ہے انھوں نے اس زندگی کو آزادی سے تعبیر کیا ہے مغربی تہذیب میں ان چیزوں کی وجہ سے بڑی تبدیلیاں پیدا ہو رہی تھیں۔ لہٰذا مفاد عامہ میں ہر چیز درست ہے خواہ وہ اچھی ہو یا بری۔ چنانچہ وہاں معاشرتی سطح پر اثر انداز ہونے والی اقدار میں فنی مہارت، حب الوطنی اور قوم پرستی کو مادی خوشحالی کی آڑ میں مبالغہ کی سطح پر فروغ دیا جا رہا تھا۔ جن اقدار کی اخلاقی ضرروت تھی۔ باپ بیٹے کا سماجی رشتہ ختم ہو رہا تھا اولاد کی محبت ختم ہو رہی تھی اور جنسی وفاداری بھی اپنی اہمیت کھو چکی تھی اس معاشرے میں فرد پر فرد کے اختیار کو ختم کرنے کا رجحان بڑھ رہا تھا قدیم اخلاقی جنسی اخلاقیات دم توڑ رہی تھی۔ ان چیزوں کی وجہ نئی اخلاقیات جنم لے رہی تھی جس کے مطابق ہر فرد کو اپنے جسم پر مکمل اختیار اور آزادی ہے۔ اچھی نسل پیدا کرنے کے لئے نت نئے تجربے کیے جا رہے تھے اور اس کا زور بڑھ رہا تھا۔

یورپ نے جسمانی ضرورتوں کے پیش نظر عورت کا خوب استحصال کر کے اسے سر بازار رسوا کیا۔ مادیت کی جمع آوری میں عورت اور مرد مشین کا پرزہ بن کر فطری تقاضوں کو بھول گئے۔ اس کلچر نے عورت اور مرد کو مادی طور پر خوشحال کر کے اسے روحانی طور بدحال کر دیا میکا ولی نے سیاست کو مذہب سے اور ڈاکٹر مارٹن لوتھر نے مذہب کو سیاست سے الگ کر کے مذہب کو ہر شخص کا نجی معاملہ قرار دے کر اس کی ہمیشہ کے لئے نفی کر دی تھی(۸)۔ اہل یورپ کے نزدیک دینی عقائد سے دائمی اختلاف فروغ پاتے ہیں جن سے ساری زندگی چھٹکارا ممکن نہیں۔ ان کے خیالات اس شعر کے نزدیک تھے بقول حالی:

فساد مذہب نے ہیں جو ڈالے، نہیں وہ تا حشر مٹنے والے
یہ جنگ وہ ہے کہ صلح میں بھی یونہی ٹھنی کی ٹھنی رہے گی

ان کے نزدیک روح اور مادے دونوں میں ثنویت کا اصول کار فرما تھا۔ اقبال کے نزدیک روح اور مادے دونوں میں ثنویت کا اصول سرے سے ہی غلط تھا۔ ڈاکٹر اقبال اس نظام سلطنت کو پسند کرتے ہیں جس میں روح اور مادے کی وحدت قائم رہے۔ یہ وحدت صرف اسلام ہی پیش کرتا ہے۔

یہ اعجاز ہے ایک صحرا نشیں کا بشیری ہے آئینہ دارِ نذیری!
اس میں حفاظت ہے انسانیت کی کہ ہوں ایک جنیدی و اردشیری

وہ دین سے بیزار ہو کر صنعتی ترقی میں جت گئے اور مادے کی جمع آوری میں مشین کا پرزہ بن کر اپنی انفرادیت کو بھلا دیا۔ وہ زندگی کی یکسانیت سے تنگ آ کر اپنی روح کے وجود سے انکار کر بیٹھے۔ اب یورپ نے مادے کی بہتات پر ابلیسی قوت پیدا کر کے چھوٹے ملکوں پر قبضہ کرنا شروع کر دیا جس سے روح عالم کا وجود خطرے میں پڑ گیا علامہ اقبال یورپ کی اس ابلیسی تسخیر کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتے۔ ان کے بقول:

وہ فکرِ گُستاخ جس نے عُریاں کیا ہے فطرت کی طاقتوں کو
اُسی کی بیتاب بجلیوں سے خطر میں ہے اُس کا آشیانہ

یورپ میں شاطر ذہنوں نے ذاتی مفاد کے پیش نظر نظام جمہورت متعارف کرایا تا کہ اقتدار ان کے گھر کیلونڈی بن کر رہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے جمہورت ہے کیا؟ جس کا سیدھا سا مفہوم یہ ہے کہ رعایا پر کوئی فرد یا طبقہ اس کی مرضی کے خلاف حکومت نہ کرے۔ ابراہیم لنکن کے بقول " حکومت عوام کی ہو اور عوام کے لیے ہو، اور رفاہ عامہ اس کا مقصود ہو مجلس قانون ساز میں جو نمائندے ہوں وہ آزادی سے عوام کے منتخب کردہ اہل الرائے ہوں۔" یورپ میں جمہوریت کی ابتدائی شکل جاگیرداروں کی مجلس شوریٰ تھی جو بادشاہ کے مقابلے میں اپنے حقوق کی حفاظت کے لئے قائم ہوئی تھی۔

انگلستان میں جمہوریت کا آغاز ہوتے ہی جاگیر داروں نے اس پر قبضہ کر لیا وہاں بادشاہت مضبوط نہ تھی انہوں نے بادشاہ کو بے بس کر کے شاہ جون سے اصل دستاویز حاصل کر لی جسے میگنا کارٹا کہتے ہیں۔ وہاں صنعت کا پہیہ رواں ہونے صنعت کار بھی دارالامرا کا حصہ بن گئے۔ انہوں نے اتحاد کر کے جاگیر داروں کو دارالامرا سے نکال دیا۔ دنیا کی تمام جمہوریتوں کی ماں برطانیہ کی دارالامرا ہے امریکہ میں جب جمہوریت قائم ہوئی اس پر بھی سرمایہ داروں نے قبضہ کر لیا وہ پریس ذرائع ابلاغ اور پروپگنڈے کے تمام وسائل پر قابض تھے وہ اپنی پسند کے امیدواروں کو پارلیمنٹ میں لاتے تھے چنانچہ کوئی بھی شخص اپنی استعداد، اخلاقی بلندی اور حق گوئی کی بنا پر کسی بھی پارلیمنٹ کا ممبر نہیں بن سکتا خواہ وہ امور سلطنت کا کتنا ہی مضبوط کیوں نہ ہوں لہٰذا پارٹیاں اپنے بندوں کو منتخب کراتی ہیں وہ پارٹی کے اغراض و مقاصد پر بے چوں وچرا دستخط ثبت کر دیتے ہیں عوام سمجھتے ہیں کہ حکومت ہماری ہے اور نمائندے بھی؟ پھر پارٹی اور اس کے نمائندے خوب من مانیاں کرتے ہیں سوسائٹی میں ساری برائیاں اسی سے جنم لیتی ہیں۔ علامہ اقبال مغربی جمہورت اور اس کی تمام شکلوں کے خلاف تھے وہ اس کی خرابیاں کا مشاہدہ کرنے کے لیے پنجاب کو نسل مقننہ کے باقاعدہ امیدوار بنے۔ اس دوران بہت سی لغو اور ناگفتہ باتیں بھی سامنے آئیں۔ انھیں نو آبادکاروں کی نافذ کی ہوئی جمہوریت کا ممبر بننے کے لیے بہت تگ و دو کرنی پڑی۔ بقول عبدالحکیم:

> " انھیں امیدواروں سے بہت کم سہی پھر بھی کوچہ رسوائی سے گزرنا پڑا۔۔۔ اسمبلی میں بہت نمائندے کسی نہ کسی پارٹی میں تھے اور پارٹی کے ہاتھوں اپنا دل و دماغ اور ضمیر بیچ چکے تھے انھوں نے اچھی اچھی تجویزیں پیش کیں۔ کچھ منظور ہوئیں اور کچھ نامنظور۔۔۔۔۔ آخر بیزار ہو کر اور تلخ تجربہ اٹھا کر پھر اس ابلیسانہ سیاست کی طرف رخ نہ کیا۔"

علامہ اقبال کے بقول " میں اس غرض اور گمان سے وہاں گیا تھا کہ شاید وہاں کھڑا ہو کر حق گوئی سے اس خباثت کو کچھ کم کر سکوں اور اس اڈے والوں کو جھنجوڑو(۹)

علامہ اقبال یورپ کے ابلیسی (جمہوری) نظام کے سخت مخالف ہیں اس لئے کہ انھوں نے اپنے ہاں نام نہاد جمہوریت کا ڈھونگ رچایا ہوا ہے انھیں یورپ کے اس نظام میں بھی ملوکیت ہی نظر آتی ہے بقول عبدالسلام ندوی " علامہ اقبال کے نزدیک فرنگ کے پردے میں ساحر الموت چھپا ہوا ہے جو اپنے ناشناسوں عقیدت مندوں کو برگ حشیش دے کر اسے شاخ نبات کہتا ہے انھیں فرنگی تہذیب کے ہر پہلو، ہر شاخ کے ہر رخ اور ہر قول و فعل کے گوشے گوشے میں فریب کاری نظر آتی ہے یورپ میں جمہوری نظام ملوکیت ہی کی ایک شکل ہے۔ پہلے یہ جبر و استبداد و مطلق العنان بادشاہ کیا کرتے تھے اب اس کو جمہوری حکومتی قوتیں لباس بدل کر پورا کر رہی ہیں(۱۰)

علامہ اقبال نے مغربی جمہورت کو جنگ زرگری کا نام دیا ہے کیونکہ اس جمہورت میں تمام حیلے و حربے ملوکیت ہی کے ہیں۔ اس میں تمام اختیارت چند لوگوں کے پاس جبکہ ملوکیت میں بھی اختیارت مخصوص لوگوں ہی کے پاس ہوتے ہیں۔ ان کی موجودگی میں اجتماعیہ کے ساتھ انصاف نہیں ہو سکتا دریں اثناء مغربی جمہوریت ابھی نسلی تعصب ختم نہیں کر سکی اور ابھی تک قومیت کے دائرے میں رقصاں ہیں۔ اس نے دنیا میں متعصبانہ رویے کو جنم دیا ہے یہ کمزور قوموں کو مختلف حیلوں بہانوں سے اپنی ظالمانہ گرفت میں لے کر ان کے وسائل کو ہڑپ کرتی چلی جاتی ہے چنانچہ مغرب کی جمہورت مکر و فریب نظر ہیں جس میں محض بندوں کو گنتے ہیں تولتے نہیں اس طریقہ انتخاب میں صدارت کے امیدوار اور دروازے پر کھڑے ہونے شخص دونوں کیلئے ایک ایک ہی ووٹ ہیں۔ کیونکہ اس میں ووٹوں کو گنتے ہیں تولتے نہیں۔ بقول علامہ اقبال

جمہُوریت اک طرزِ حکومت ہے کہ جس میں
بُندوں کو گنا کرتے ہیں، تولا نہیں کرتے!

علامہ اقبال کے نزدیک مغربی جمہوریت کی مجلس قانون پر جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کا قبضہ ہے وہ اپنے مفاد پر زد پڑنے والے قانون کو بننے نہیں دیتے۔ لہذا مغربی جمہوریت بھی غریبوں کے لیے مسکرات ہیں نسلی، قومیت، کلیسا، سلطنت، تہذیب، رنگ " خواجگی نے خوب چن چن کر بنائے مسکرات مغربی جمہوریتیں متعصبانہ کی قوی جڑیں ہیں۔ یہ اس کی آڑ میں اپنے ہم مشرب ملکوں پر برتری حاصل کرنے کے لیے انھیں حکمت، صناعی اور سائنس فراہم کرتے ہیں۔ دنیا اسی کشمکش میں دو عالمگیر جنگوں کی لپیٹ میں آچکی ہیں اسی مغربی جمہوریت سے وابستہ انسان نے انسان کا شکاری بنا دیا کیونکہ اس کی تعمیر میں سینکڑوں خامیاں مضمر ہیں جنھیں اقبال جیسا کوئی دیدہ ور ہی دیکھ سکتا ہے۔ مغربی جمہوریت کے علمبرداروں نے اپنے ہم مشرب ممالک میں اس آمریت کی شکل نافذ کرنے دوسری قوموں کو خوب ابھارا تاکہ وہاں بھی خرابی کی صورت حال پیدا ہو سکے۔ علامہ اقبال نے " ابلیس کی مجلس شوریٰ میں مغرب کے جمہوری نظام کو ملوکیت اور استحصال کا پردہ قرار دیا ہے اس جمہوریت کا چہرہ روشن اور اندروں چنگیز سے تاریک تر ہے۔

علامہ اقبال کا مغربی جمہوریت پر سب سے بڑا اعتراض یہ تھا کہ وہ ملوکیت کی سب سے بڑی حامی ہے اور یہ اسے قوت پہنچاتی ہے انگلستان کے بعد امریکہ میں بھی جمہوریت ہے لیکن امریکی جمہوریت بھی کالے اور گورے کی تمیز ختم نہ کر سکی جب کہ جمہوریت میں ووٹ کی بنا پر سب برابر ہیں وہ مغربی جمہوریت کے طریق کار مخالف ہیں کہ نیک، عاقل اور صالح افراد مجالس قانون ساز میں داخل نہیں ہو سکتے۔ اہل علم اور اہل الرائے مغربی طریق کار میں منتخب نہیں ہو سکتے اس طریق کار میں جاہل برادری اور دولت کی بنا پر مجالس میں پہنچ جاتے ہیں جس بنا پر اہل علم اور دانشور کو مثبت کردار ادا کرنے کا موقع نہیں ملتا۔ چنانچہ کسی مجالس قانون ساز میں سو گدھے اکٹھے ہو کر شور مچانا شروع کر دیں وہاں اکیلے انسان کی آواز کون سنے گا۔ بقول اقبال:

گریز از طرز جمہوری غلام پختہ کاری شو

کہ از مغز دو صد خر فکر انسانی نمی آید

اسی جمہوریت نے مسولینی اور ہٹلر کو پیدا کیا اور اشتراکیت بھی اسی کی کوکھ سے پھوٹی۔ جس نے انسانیت کے ان گنت مسائل پیدا کیے اور بنی انسان کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا۔ علامہ اقبال نے گلشن راز جدید میں ایک سوال کے جواب میں فرنگ کی جمہوریت پر کچھ اشعار کہے ان اشعار کے تناظر میں مغرب کی جمہوریت اور معاشرت نے انسانیت کی باگ ڈور مادہ پرست جمہور کے ہاتھ میں دے دی ہے جن سے بنی نوع انسان کو ان سے خیر کی امید نہیں جب تک ان کا زندگی کے متعلق اور انسانوں کی فلاح بہبود کے لیے زاویہ نگاہ درست نہ ہو، جب تک ان کے قلوب اخوت اور محبت سے لبریز نہ ہو، اس وقت جمہور کی حکمرانی اور سلطانی ایک انسانیت کی تباہ کاری ہو گی بقول اقبال

فرنگ آئینِ جمہوری نہاد ست

رَسن اَز گردنِ دیوے گُشاد ست

انھوں نے مزید کہا فرنگ سے خبر دار رہنا وہاں کی جمہورت انسانی اخوت و مساوات کی مدعی بن گئی ہے تاہم یہ سب خود فریبی ہے وہا ں کے ہوس پرست عوام کا ہجوم کبھی بھی انسانیت کی ترقی اور بصیرت افزائی کا موجب نہیں بن سکتا ہے ایک لاکھ جمہوریت کے ہنگامے بھی ایک مردِ راہ کے برابر نہیں ہو سکتے لہذا جمہوریت میں امام عالم کہاں سے آئیں گے مغرب تو مادہ پرستی میں اسیر ہوا ہے (۱۱) وہ یورپ میں مروجہ سیاسی نظام کے سخت مخالف ہیں اور اسے کسی لحاظ سے قومی اور ملکی ترقی کا ذریعہ نہیں سمجھتے۔ دنیا کی نام نہاد مہذب اور تہذیب یافتہ قوموں میں جمہو ریت کا لفظ جتنا عام فہم ہو چکا ہے یورپی قومیں اس کے مفہوم اس کی معانی سے نا آشنا نظر آتی ہیں اقبال نے اس کی حقیقت کو درج اشعار میں بیان کیا ہے بقول علامہ اقبال:

ہے وہی ساز کہن مغرب کا جمہوری نظام

جس کے پردوں میں نہیں غیر از نوائے قیصری

دیو استبداد جمہوری قبا میں پائے کوب

تو سمجھتا ہے یہ آزادی کی ہے نیلم پری

اقبال کے نزدیک ظالم لوگ جمہوریت کی چھتری تلے آکر اقتدار پر قبضہ کرتے اور بنی نوع انسان کو ناقابل تلافی نقصان پہنچاتے ہیں وہ جمہوریت کی خون آلودہ چادر اوڑھ کر انسانوں کا بہیمانہ قتل اور عورتوں کی عصمتوں کو بے دردی سے پائمال کرتے ہیں کہ انسانیت کانپ جاتی ہے فلوجہ کی گلیوں میں بے گور و کفن لاشوں کی بے توقیری ہوتی ہے قلعہ جنگی اور دشت لیلیٰ تاریخ کے سرسری حوالے نہ بنتے۔ (۱۲) مغربی جمہوریتو

ں کے علمبر داروں نے کعبہ کی بیٹیوں کو بے وقعت کیا ان کے شکستہ گنبد دوں اور میناروں پر آگ کی بارشیں کیں۔ ڈومہ ڈولہ کی مٹی گارے والی بستی کے خاک نشینوں کو صفحہ ہستی سے مٹادیا گیا باجوڑ مدرسے کے تہجد میں مصروف اساتذہ اور طالب علموں کے چیتھڑے اڑا دیئے گئے۔ انھیں اقتدار کے نشے میں جب بھی موقع ملا شیطانیت کو بھی مات کر دیا جب لیبیا قریبے کفرہ کا سقوط ہوا اور جارح اطالویوں نے وہاں بربریت کا بازار گرم کیا بقول ڈاکٹر محمد اسد:

"رات بھر میں عورتوں کی آہ وفغاں اور چیخ پکار سنتا رہا جن کو اطالوی اور اریٹری فوج لوٹ کھسوٹ رہی تھی۔۔۔(اگلے) روز اطالوی جرنیل نے، جتنے آدمی گاؤں میں زندہ بچ گئے تھے، سب کو سید امام مہدی کی قبر پر جمع کیا، اور ان کے سامنے قرآن مجید پھاڑ اپنے جوتوں سے روندا اور چیخ کر کہا: اب اپنے بدو نبی کو بلاؤ! اگر اس میں کچھ طاقت ہے تو ۔۔۔دوسرے روز اس نے حکم دیا کہ تمام علماو مشائخ کو ہوائی جہاز پر لے جا کر بہت بلندی سے نیچے پھینک دیا جائے۔ رات بھر عورتوں کی چیخیں اور فریادیں اور فوجیوں کے قہقہے اور بندوقوں کی سنسناہٹ سنتا رہا" (۱۳)

مغربی جمہورتوں کے سر خیلوں نے سقوط غرناطہ کے ساتھ کیا کیا اور اسکندریہ کے کتب خانے کی تباہی کفرہاور قانہ پر اندھی بمباری، ہیروشیما، ناگا ساکی، کابل و بغداد، کوسووو اور گوانتانابے تک وحشت، سفاکی اور خون آشامی کی ایک ہی کہانی ہے۔ اقبال ایسی نظام معاشرت کو سخت ناپسند کرتے ہیں جس کی راہبر ورہنما عقل ہو بقول اقبال:

ضمیرِ مغرب ہے تاجرانہ، ضمیرِ مشرق ہے راہبانہ
وہاں دِگرگُوں ہے لحظہ لحظہ، یہاں بدلتا نہیں زمانہ
نہ کر افرنگ کا اندازہ اس کی تابناکی سے
کہ بجلی کے چراغوں سے ہے اس جوہر کی برّاقی

علامہ اقبال اس تمام نظام کے مخالف ہیں جو الحاد اور مادہ پرستی کو فروغ دے، ان کے نزدیک سروری فقط اس ذات بے بدل کو ہے۔ وہ ایسے نظام کو دل وجاں سے پسند کرتے ہیں جہاں انسان کی انفرادی اور اجتماعی صلاحتیں نشو ونما پا سکیں۔ وہ صرف اسلام ہی ہے۔ بقول ڈاکٹر محمد ایوب صابر " علامہ اقبال کی حقیقی فکر اسلام ہی ہے (۱۴) وہ جمہورت کو خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق کی شان میں دیکھنے کے خواہش مند ہیں جس

میں عدل فاروقی کا بول بالا ہو اور مسلمان اپنی کھوئی ہوئی شان و شوکت حاصل کر لیں تا کہ وہ اپنے اندر حضرت ابو بکر کا صدق، عدل فاروق اور حضرت علی کی شجاعت حاصل کر لیں۔ جس میں کوئی شخص غذائی قلت کا شکار نظر نہ آئے۔ کسی پر ظلم نہ ہو۔ بقول لیفٹیننٹ جنرل شاہد عزیز:

" وہ (حکمران کی طرف اشارہ ہے) ہر رات سونے سے پہلے وائرلیس پر تمام کمانڈروں سے سپاہ کی خیریت دریافت کرتا اور پوچھتا تھا کیا سب نے کھانا کھالیا ہے پھر خود کھاتا تھا۔۔۔ کوئی ایسا ہے جو ایسی استقامت رکھے کہ دین کی راہ نہ چھوڑے ایک مسلمان کو کافروں کے حوالے نہ کرے، چاہے اس کی حکومت چلی جائے۔۔۔۔ سالہا سال پتھروں پر سونا گوارا کرے اگر اس نظام کو موقع دیا جاتا تو یقیناً ہمارے سامنے ایک بہتر مثال قائم ہو سکتی تھی۔۔۔ یہی خطرہ تھا کہ کہیں یہ نظام پنپنے نہ پائے (۱۵)

مشرق نے مغرب کے سیاسی افکار سے جب آزاد ہونے کی کوشش کی۔ سید جمال الدین افغانی مشرق کو متحد کرنے کی کوشش کی تو یو رپ نے اس تحریک کو خوفناک بنا کر پیش کیا کہ مشرق نے اسے یورپ کے کہنے پر بری طرح رد کر دیا۔ اس تحریک کے تناظر میں یورپ نے اپنی استعماری زنجیروں کو سخت اور گراں کر دیا نو آبادکاروں کو اس نظام سے فکر تھی کہ کہیں یہ نظام دنیا میں پنپ نہ جائے لہٰذا وہ ایسے نظام کے تہ و بالا کرنے کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔ جبکہ علامہ اقبال اپنے کلام میں اسی نظام کی آبیاری میں ہمہ تن مصروف نظر آتے ہیں کیونکہ مغرب کے سیاسی نظام فکر نے ابھی تک انسانیت کو لوٹ مار اور جنگوں کے سواء کچھ نہیں دیا۔

علامہ اقبال کے ذہن میں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کے دور حکومت کی جمہوریت کا نقشہ قائم تھا جسے دین اسلام نے کم و بیش پندرہ سو سال قبل پیش کیا تھا۔ اسلام کی حدود بہت وسیع ہیں اس کا وجود زماں و مکاں سے لامتناہی ہے۔ اس کا تصور قومیت دوسری اقوام سے مختلف ہے۔ اسلام ہی دنیا کے سارے انسانوں کو رشتہ وحدت میں پرو سکتا ہے۔ بقول ڈاکٹر سید عبداللہ

" قطع نظر اس بات کے کہ اس کے ماننے والے افریقہ کی کالی دنیا سے متعلق ہیں یا
ریگستانی بطحا کے شجاع عرب یا گنگا کی وادیاں میں بسنے والے آریا ہیں یا پامیر کے بلند کوہساروں کے
مکیں، کوئی زمینی قیدان میں تفرقہ نہیں ڈال سکتی اور کوئی نسل یا زبان کا امتیاز پیدا نہیں کر سکتا (۱۶)

جس میں حکمرانوں کا طبقہ نہ تھا وہاں آزادی ضمیر تھی، مملکت رفاعی تھی جس میں خلیفہ وقت راتوں کو پہرا دیا کرتا تھا کہ کہیں ظلم تو نہیں ہو رہا، کوئی نان شبینہ کا محتاج تو نہیں، کوئی امیر کسی غریب زمی پر کوما تو نہیں رہا؟ کوئی ایسا کرتا تو حضرت عمر فاروقؓ کا دُرّہ حرکت میں آجاتا۔ علامہ اقبال ایسی جمہوریت چاہتا ہے جہاں خلق خدا کے حقوق محفوظ اور زندگی کی اساسی ضرروتوں کا حل عام ہو جہاں نمائندے علم و اخلاق کی بنا پر منتخب ہوں وہ مادیت کا پوجاری نہ ہوں وہ آزاد منش ہوں اور خوف خدا رکھنے والے ہوں عوام کی خوشحالی ہی ان کا مقصد ہو جبکہ علامہ اقبال کے

سیاسی نظام فکر (اسلامی ضابطہ حیات) میں دنیا میں آنے والے آخر انسان کی ضرورت زندگی کے ساتھ ساتھ تعلیم و تربیت کا بھی خیال رکھا گیا ہے۔

حوالہ جات و حواشی

ا۔ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم: فکر اقبال، (لاہور: بزم اقبال ۲۰۱۰ء)، ص: ۱۲

۲۔ڈاکٹر عبادت بریلوی: اقبال۔ احوال و افکار، (لاہور: مکتبہ عالیہ، ۲۰۰۹ء) ص: ۴۵

۳۔ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم: فکر اقبال، ص: ۳۸۷

۴۔ڈاکٹر محمد اشرف کمال: اصطلاحات (ادبی، تنقیدی، تحقیقی، لسانی)، (کراچی: بک ٹائم، ۲۰۱۷ء) ص: ۵۲۴

۵۔Ania loomba,colonilim / post colonilim,londan 1998,p:2

۶۔ڈاکٹر مبارک علی: "کولونیل ازم"، مشمولہ، "تاریخ"، شمارہ، ۶۰، لاہور، ۲۰۰۰ء ص: ۲۱۷

۷۔ محمد اکرم چغتائی" محمد اسد۔ ایکیور پین بدوی" (لاہور: پاکستان رائٹرز کوا پریٹو سوسائٹی ۲۰۰۹ء)

۸۔سید عبداللہ، ڈاکٹر" ولی سے اقبال تک" (لاہور: سنگمیل پبلی کیشنز، ۲۰۰۱ء)، ص: ۲۸۱

۹۔ خلیفہ عبدالحکیم، ڈاکٹر" فکر اقبال" ص: ۲۲۲ تا ۲۲۴

۱۰۔عبدالسلام ندوی، مولانا" اقبال کامل" (لاہور: الفیصل اردو بازار ۲۰۰۸ء)، ص: ۲۳۲

۱۱۔ خلیفہ عبدالحکیم، ڈاکٹر" فکر اقبال" ص: ۴۲۰

۱۲۔عرفان صدیقی،" جو ہم سے بچھڑ گئے" (جہلم: بک کارنر، اپریل، ۲۰۱۸ء) ص: ۲۴

۱۳۔" محمد اسد۔ ایک بدویبور پین" ص: ۵۶۱

۱۴۔محمد ایوب صابر، ڈاکٹر" اقبال کی فکری تشکیل" (اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۲۰۰۷ء) ص: ۸۲

۱۵۔شاہد عزیز، جنرل" یہ خاموشی کہاں تک" (اسلام آباد: سیون سپر نگلز پبلشرز، ۲۰۲۱ء) ص: ۴۲۰

۱۶۔سید عبداللہ، ڈاکٹر" ولی سے اقبال تک" ص: ۲۷۲

:اشرف کمال، ڈاکٹر محمد: اصطلات (ادبی، تنقیدی، تحقیقی، لسانی)، کراچی: بک ٹائم، ۲۰۱۷ء

چغتائی، اکرم، محمد: محمد اسد۔ ایکیور پین بدوی، لاہور: پاکستان رائٹرز کوا پریٹو سوسائٹی ۲۰۰۹ء

خلیفہ عبدالحکیم، ڈاکٹر: فکر اقبال، لاہور: بزم اقبال ۲۰۱۰ء

شاہد عزیز، جنرل، :یہ خاموشی کہاں تک، اسلام آباد: سیون سپر نگلز پبلشرز، ۲۰۲۱ء

صابر، محمد ایوب، ڈاکٹر: اقبال کی فکری تشکیل، اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۲۰۰۷ء

صدیقی، عرفان، :جو ہم سے بچھڑ گئے، جہلم: بک کارنر، اپریل، ۲۰۱۸ء

عبادت بریلوی، ڈاکٹر: اقبال۔ احوال و افکار، لاہور: مکتبہ عالیہ، ۲۰۰۹ء

عبداللہ، سید، ڈاکٹر: ولی سے اقبال تک، لاہور: سنگمیل پبلی کیشنز، ۲۰۰۱ء
مبارک علی، ڈاکٹر: "کولونیل ازم"، مشمولہ "تاریخ"، شمارہ، ۶۰، لاہور، ۲۰۰۰ء ص: ۲۱۷
ندوی، عبدالسلام، مولانا: اقبال کامل، لاہور: الفیصل اردو بازار، ۲۰۰۸ء
Ania loomba, colonilim / post colonilim, londan 1998